سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۳۱

حصولِ ہدایت کے طریقے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلۂ مواعظِ حسنہ نمبر ۱۳۱

حصولِ ہدایت کے طریقے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بفیضِ صحبت ابرار ہی دردِ محبت ہے
بامیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ	:	حصولِ ہدایت کے طریقے
واعظ	:	عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ	:	۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲؁ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۸۲؁ء بروز جمعۃ المبارک
مرتب	:	جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
تاریخ اشاعت	:	۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۴ مارچ ۲۰۱۵؁ء بروز بدھ
زیرِ اہتمام	:	شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051 ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	:	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عطائے ہدایت کی شرط ۵
ہدایت کی اقسام ۵
اعمال کی ناقص ادائیگی پر عطائے کامل ۶
قدرت کی تعریف ۷
محبت جانبین سے ہوتی ہے ۷
مومن کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے ۸
اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم کی ایک تمثیل ۹
بارگاہِ الٰہی میں اہل اللہ کا سیلِ اشکِ رواں ۱۰
قیمتی آنسو کون سے ہیں؟ ۱۲
قیامت کے دن کی ہولناکیاں ۱۴
جسم کی سلطنت پر احکامِ اسلامی کا نفاذ ۱۵
شانِ نبوت کا ایک عظیم الشان مقام ۱۷
مجاہدہ کی شرح ۱۸
ترکِ وجودی اور ترکِ عدمی کی مثالیں ۱۹
مجاہدہ کی شکستگی کی تعمیر کے اجزا ۲۰
توبہ پچھلے تمام گناہ دھو دیتی ہے ۲۲
قبولیتِ توبہ کی دو شرائط ۲۲
شکستِ توبہ سے پچھلی توبہ کالعدم نہیں ہوتی ۲۳
اللہ کی رحمت غیر محدود ہے ۲۵
مداومتِ ذکر وسیلۂ وصلِ مذکور ہے ۲۵
التجائے مسلسل کی کرامت ۲۶
غیر اللہ سے نجات ذکر اللہ میں ہے ۲۷
نجاست سے نجات کا طریقہ ۲۹
گناہوں کے نقصانات اور علاج ۳۰

www.khanqah.org

حصولِ ہدایت کے طریقے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾[1]

عطائے ہدایت کی شرط

ابھی میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے ایک چیز کی شرط لگادی کہ میں کس کو ہدایت دوں گا؟ میری ہدایت کس کو ملتی ہے؟ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں فِیْنَا سے مراد ہے اَیْ فِیْ دِیْنِنَا یعنی اللہ کے دین پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جو لوگ مجاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت سے نوازتے ہیں۔

ہدایت کی اقسام

اہلِ علم اور محققین حضرات نے ہدایت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک تو ہدایت سے مراد راستہ دِکھا دینا ہے کہ یہ ہے نیو ٹاؤن کا راستہ، یہ ہے ایئرپورٹ کا راستہ، یہ ہے سٹی اسٹیشن کا راستہ۔ لیکن ہو سکتا ہے راستہ دیکھنے کے باوجود راستہ چلنے والا منزل تک نہ پہنچ سکے، راستے میں کہیں گڑبڑ ہو جائے اور آدمی نفس کا شکار ہو جائے مثلاً راستے میں کھیل کود، تھیٹر، نمایش لگی ہے تو اس میں پھنس گیا، راستہ جاننے کے باوجود غیر مقصود میں لگ گیا اور منزل تک

[1] العنکبوت:۶۹

نہیں پہنچ سکا، خصوصاً جب غیر مقصود اور غیر منزل میں کچھ کشش بھی ہو تو آدمی وہاں تماشا دیکھنے لگ جاتا ہے۔

ہدایت کا دوسرا مفہوم ہے اَلْاِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ کہ منزل تک پہنچا دے، یہ درجۂ کمال ہے۔ تو ہدایت کے دو مفہوم ہوئے، ایک تو صرف راستہ دکھادینا اور دوسرا منزل تک پہنچادینا۔ ایصال مصدر بمعنیٰ فاعل ہے، یہاں ایصال بمعنیٰ موصِل کے ہیں یعنی پہنچانے والا، ایصال کو مطلوب کر دیا، مطلب یہ ہوا کہ جو ہادی ہو گا وہی موصِل بھی ہو گا، چوں کہ یہاں ہادی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لہٰذا ایصال کی نسبت بھی ان ہی کی طرف ہو گی اور ہادی بمعنیٰ موصِل الی المطلوب کے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو ہدایت کا کامل درجہ عطا فرماتے ہیں تو یہ محض ان کے کرم ہی سے عطا ہوتی ہے، کیوں کہ ہماری محنت اور مزدوری ناقص ہوتی ہے، لیکن اللہ کی ذات کامل ہے اور کامل کے لیے عطائے ناقص اس کی شان کے خلاف ہے۔

مشائخ میں سے کسی بڑے بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک سخی آدمی تھا۔ سخاوت پر ایک بات اچانک یاد آگئی، حاتم طائی کا قصہ تو آپ لوگوں نے سنا ہو گا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی سخاوت میں حاتم طائی ہے۔ ہم لوگ اسکولوں میں چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھا کرتے تھے، اس میں حاتم طائی کے قصے آتے تھے، حاتم طائی عرب کے رہنے والے تھے، ان کے بیٹے حضرت عدی ابنِ حاتم رضی اللہ عنہ صحابی تھے، یہ مدینے میں اسلام لائے تھے، ان کے اسلام لانے کا واقعہ عجیب و غریب ہے، یہ نبوت اور بادشاہت میں فرق سمجھنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ آیا یہ بادشاہ ہیں یا نبی ہیں، اس فرق کی تلاش کا تجسس انہیں بارگاہِ نبوت تک لے آیا۔

اعمال کی ناقص ادائیگی پر عطائے کامل

جیسے ہی عدی ابنِ حاتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے، وہ ہماری ہدایت کے لیے خود ہی انتظام فرماتے ہیں، ہمارا تو خالی نام ہوتا ہے، اگر تھوڑی سی فکر ہو جائے تو ہماری ہدایت کے لیے اللہ کی رحمت کے ہاتھ بڑھے ہوئے ہیں، ہمیں

اٹھانے کے لیے تیار ہیں، ہم ٹوٹے پھوٹے انداز سے ہی سہی، کچھ تھوڑا سا تو چل لیں۔ ہم اک دم تو پورے متقی نہیں بن سکتے لیکن شروع میں تھوڑا بہت تقویٰ اختیار کرنے کی تو کوشش کریں، اللہ کے راستے میں ٹوٹے پھوٹے لنگڑاتے ہوئے قدم سے چلنا تو شروع کریں، وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ بندہ کچھ تو چلے، اس چلنے پر وہ آپ کو اپنے کرم سے پورا پورا اٹھالیں گے، ناقص چال چلنے والے سالک کو بھی وہ اپنے کرم سے سلوک کی تکمیل کرادیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی کچھ بھی نہ چلے، ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈال کر لیٹ جائے کہ شیطان جو چاہے ہم سے کام لے لے، نفس جو چاہے ہم سے گناہ کرالے، ہم سے ان کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ ایسا شخص اپنے اختیار اور قدرت کو استعمال نہیں کرتا، اللہ کی دی ہوئی گناہ سے بچنے کی طاقت کو استعمال نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ میرے اندر گناہ کرنے کی طاقت تو ہے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ سب بہانے بازی کی باتیں ہیں۔

قدرت کی تعریف

مجددالملت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ کا قائدہ مسلمہ بیان فرمادیا کہ قدرت ہمیشہ ضدین سے متعلق ہوتی ہے، قدرت نام ہی اس کا ہے کہ آدمی کسی چیز کے کرنے پر بھی قادر ہو اور اس کے نہ کرنے پر بھی قادر ہو۔ ضدین کے معنیٰ ہیں کہ ہاتھ کو اٹھا بھی لیا اور گرا بھی دیا، اٹھانا ایک پہلو ہے اور گرانا اس کی ضد ہے، اُٹھانے کی ضد گرانا ہے۔ اگر ہم ہاتھ اٹھانے پر قادر ہیں تو گرانے پر بھی قدرت ہے، اگر ہاتھ اٹھانا چاہیں اور وہ اٹھتا نہیں ہے تو اس کو اٹھانے کی قدرت نہیں کہیں گے، یہ مرض ہے، اس کا نام قدرت نہیں ہے، قدرت اس کا نام ہے کہ آدمی ایک کام کر بھی سکے اور اسے نہ بھی کرسکے۔

محبت جانبین سے ہوتی ہے

دیکھیے بات کہیں سے کہیں پہنچ رہی ہے اور حاتم طائی کا قصہ بیچ میں رہا جاتا ہے۔ اس کا قصہ سخاوت سے شروع ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد فرمائے تو کام بنتا ہے، مقرر کی خیریت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، ورنہ مقرر بھی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا

ہے۔تو دو باتیں عرض کررہا تھا، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کتنے کریم ہیں اور دوسرا حاتم طائی کے بیٹے کا قصہ، لیکن یہ دو باتیں عرض کرنے سے پہلے دو باتیں اور عرض کردوں۔ پہلی بات یہ کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ والوں سے محبت کرتا ہے وہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں، محبت دونوں طرف سے ہوتی ہے۔اس پر مولانا رومی کا شعر ہے ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اگر پیاسے لوگ دنیا میں پانی تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے، سبحان اللہ! میں تو کہتا ہوں کہ اللہ نے مولانا رومی کی کیسی پیاری روح کو پیدا کیا ہے، مولانا کیسی پیاری شخصیت تھی، اللہ کا کیسا عشق و محبت سکھا گئے۔

مومن کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے

اور دوسری بات یہ کہ مومن کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ حدیثِ پاک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبٍ مُؤْمِنٍ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِ الثَّقَلَیْنِ[۲]

مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا بھی عبادت ہے۔ ایک اور حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مومن کو خوش کیا، میرے امتی کو خوش کیا فَقَدْ سَرَّنِیْ اس نے میرا دل خوش کیا وَمَنْ سَرَّنِیْ جس نے میرا دل خوش کیا فَقَدْ سَرَّ اللہَ اس نے اللہ کو خوش کیا وَمَنْ سَرَّ اللہَ اور جس نے اللہ کو خوش کیا اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔[۳]

آج ہم خوشی اسے سمجھتے ہیں کہ کسی کو بے وقوف بنادیں، کسی کو ٹھگ لیں، کسی کو ستالیں، کسی کی چیز اِدھر سے اُدھر کردیں اور وہ پریشانی سے اسے تلاش کررہا ہو، پھر ہم اپنے

---

۲ مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۱/۹، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳ شعب الایمان للبیہقی: ۱۱۲/۱ (۲۴۷)، المکتبۃ الرشدیۃ

دوستوں میں ہنستے ہیں کہ دیکھو کیسے پریشان کررہا ہوں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ یہ آج کل کے طالبِ علم ہیں، یہ ہدایہ اور کنزالدقائق پڑھ رہے ہیں۔ ان کو دوسروں کی پریشانی میں مزہ آرہا ہے۔

ایک طالبِ علم کی اماں نے بہت شوق سے اصلی گھی میں کوئی عمدہ چیز بنا کر اسے دی، وہ بے چارہ اپنے گھر سے مہینے بھر کا ناشتہ بنوا کر لایا، اب جناب اس کے دوسرے ساتھیوں نے تالا توڑا اور اس کا سب ناشتہ کھاگئے اور کہنے لگے کہ طالب علمی میں سب جائز ہے، یہ تو طالب علمی کا زمانہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا طالب علمی میں، پندرہ سال کے بعد، بالغ ہونے کے بعد بھی بندہ شریعت کے احکام کا مکلف نہیں ہوتا؟ کیا طالب علمی میں ایسی کرامت ہے کہ بالغ ہوجانے کے بعد بھی چوری، ڈکیتی، بدنگاہی سب جائز ہے، جس کا چاہو حلوہ چرالو اور جس کا چاہو بکس کا تالا توڑ کر اس کا ناشتہ کھالو، سب جائز ہے، سبحان اللہ کیا محقق تھے! کنزالدقائق کے حقائق سے آگاہ معلوم ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم کی ایک تمثیل

آج کا مضمون یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہدہ کرتا ہے، اپنی سی ٹوٹی پھوٹی کوشش کرتا ہے، اللہ اپنے کرم سے اس کی ٹوٹی پھوٹی معمولی سی کوشش پر، لنگڑاتی ہوئی چال پر بھی اپنی رحمت سے اس کے سلوک کی تکمیل کرادیتے ہیں۔ یہ محض ان کا کرم ہے کہ وہ ہماری ناقص محنت پر ناقص انعام نہیں دیتے کیوں کہ وہ کامل ہیں، ناقص فعل ان سے صادر ہو ہی نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ کی ذات کامل ہے، ناقص کا صدور ان سے محال ہے لہٰذا اللہ کو راضی کرنے کی ٹوٹی پھوٹی کوشش کرنے والے بھی ولی اللہ ہوجاتے ہیں۔ ابھی اسی موضوع پر بات چل رہی ہے لیکن اسے مزید عرض کرنے سے پہلے جو دو باتیں رہ گئیں تھیں انہیں پورا کردوں۔ ایک بات تو یہ تھی کہ اللہ کتنے کریم اور سخی ہیں۔ اب سخاوت پر ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک شخص بہت کریم اور سخی تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ فلاں آدمی بڑے سخی اور کریم ہیں، مانگنے والوں کو، سائلین کو خوب دیتے ہیں، مجھے بھی شہد کی ضرورت ہے، چوں کہ وہ سخی مشہور ہیں لہٰذا ان کا امتحان بھی ہونا چاہیے، اگر میں چھوٹا سا پیالہ

یا برتن لے جاؤں گا تو ان کی سخاوت کا امتحان کیسے ہو گا؟ لہٰذا چھانٹ کر انتخاب کرکے سب سے بڑا پیالہ لے کر اس سخی کے یہاں گیا۔ سخی نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ شہد لینے آیا ہوں، سنا ہے آپ بڑے سخی ہیں، مجھے شہد کی ضرورت ہے، حکماء اور ڈاکٹروں نے شہد پینے کو بتایا ہے، اس لیے میں بڑی بوتل لایا ہوں، سنا ہے کہ آپ بہت سخی ہیں اس لیے آپ کی شان کے خلاف چھوٹا برتن نہیں لایا۔ سخی نے بوتل لی اور گھر کے اندر گیا، وہاں شہد کی مشک رکھی ہوئی تھی۔ پہلے زمانے میں مشک میں پانی بھرا جاتا ہے، وہ انسان کے برابر ہوتی تھی، بڑی مشک پورے بیل کی کھال سے بناتے تھے اور اگر بہت بڑا اسانڈ ہو تو اس کی مشک بھی بڑی ہوتی تھی، جس میں نہ جانے کتنے من شہد آجاتا تھا۔ اس سخی کے گھر میں ایسی ہی ایک مشک ٹنگی ہوئی تھی، اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ یہ شخص بوتل لایا ہے، اس کو مشک میں شہد بھر کے دے دو اور اس کی بوتل بھی واپس کردو۔ ملازم نے کہا کہ حضور! وہ تو اپنی عقل سے چھانٹ کر بڑی سی بوتل لایا ہے، جب وہ بوتل بھر شہد مانگتا ہے تو آپ اتنا زیادہ کیوں دے رہے ہیں؟ اس کریم نے کہا کہ اس کا سوال اور اس کا برتن اس کی قابلیت کے اعتبار سے ہے اور میری عطا اور میری سخاوت میری قابلیت کے اعتبار سے ہے، ہم اس کی قابلیت کے لحاظ سے اس کو نہیں دیں گے اپنی قابلیت سے اس کو عطا کریں گے، جتنا خدا نے مجھے کرم اور سخاوت کا مادہ اور صلاحیت بخشی ہے اسی لحاظ سے اس کو دیں گے۔

بارگاہِ الٰہی میں اہل اللہ کا سیلِ اشکِ رواں

جب اللہ کے بندوں میں کرم کی یہ شان ہے، جس کی مخلوق کے کرم میں یہ خاصیت ہو کہ بوتل لے جاؤ تو مشک بھر مل جائے تو خود اللہ تعالیٰ جو سخاوت اور کرم کے خالق ہیں ان کی کیا شان ہوگی۔ اگر آپ اللہ کے راستے میں ٹوٹی پھوٹی محنت بھی کرلیں گے تو ان شاء اللہ! بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ کو ولی اللہ بنالیں گے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا فرمایا کرتے تھے ؎

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

جگر مرادآبادی بہت مشہور آل انڈیا شاعر تھے، اصغر گونڈوی ان کے استاد تھے، یہ تہجد گزار

بزرگ تھے اس لیے میں ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہوں، اللہ والے شاعر تھے، راتوں کو بہت روتے تھے۔ ان کے رونے کی آواز جن صاحب نے سنی ہے انہوں نے خود مجھ سے نقل کیا ہے، الٰہ آباد میں مولانا لئیق احمد صاحب نے مجھ سے نقل کیا ہے کہ تہجد کے وقت میں جب بھی اصغؔر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا ہوں وہ کمرہ بند کرکے سجدے میں اپنی مغفرت کے لیے رویا کرتے تھے۔ کیا دولت ہے؟ سبحان اللہ! اس کا مزہ کچھ نہ پوچھو۔ اللہ کی یاد میں رونے کا مزہ کچھ نہ پوچھو ؎

ہوگئی خشک چشمِ تر بہہ گیا ہوکے خونِ جگر
رونے سے مگر دل میرا ہائے ابھی بھرا نہیں

اور ؎

برسائیں گے جو خونِ دل اور خونِ جگر ہم
دیکھیں گے تب ہی نخلِ محبت میں ثمر ہم

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مشاعرے میں طرح کا مصرع دیا گیا کہ اس پر شعر بنا کر لاؤ، طرح کا مصرع یہ تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

یعنی کوئی ایسا نہیں کہ جو میرے دوست کی خبر لاسکے۔ اس پر ایک کم عمر بچے نے یہ مصرع لگایا ؎

اے سیلِ اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے

یعنی اتنا رونا ہے کہ آنکھوں سے سیلاب جاری ہوجائے اور میں اس سیلاب میں بہہ کر وہاں تک پہنچ جاؤں۔ اس پر مولانا رومی کا شعر سنیے۔ حضرت جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جب میں سجدے میں اللہ کی محبت میں روتا ہوں، ان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور ان سے ملاقات اور محبت کی باتیں کرتا ہوں تو اتنا رونا آتا ہے کہ میں یہ کہتا ہوں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثار دلبرے زیبا شدے

اے کاش! میرے آنسو دریا ہوجاتے تاکہ میں دریا کے دریا آنسوؤں کو اپنے اللہ پر فدا

کر دیتا۔ اگر گناہ پر شرمندگی ہو جائے اور ندامت کے چند آنسو گر جائیں تو اس کی فضیلت جانتے ہیں؟ یہ بادشاہوں کے تخت و تاج اور موتیوں سے افضل ہے، یہ بعض وقت اللہ کے قرب کے ایسے مقام تک پہنچاتے ہیں کہ اس قرب کا ادراک ملائکہ اور فرشتوں کو بھی نہیں ہوتا حالاں کہ فرشتے اللہ کے بڑے مقرب ہوتے ہیں لیکن جس وقت کوئی گناہ گار بندہ اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے، میدان محشر کی گرمی، دوزخ کی آگ اور اللہ کی پکڑ کو سوچتا ہے کہ اس وقت اللہ کو کیا جواب دوں گا جب اللہ پوچھیں گے کہ اے نالائق! اے بے حیا! کیا میں نے دو آنکھیں اس لیے دی تھیں کہ ہم کو چھوڑ کر دوسری جگہ حرام نظر ڈالو؟ کیا میں نے تجھے اسی لیے دل دیا تھا کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں سے محبت کرو؟ کیا میں نے جوانی اسی لیے دی تھی کہ تو میری دی ہوئی جوانی کو رائیگاں اور ضایع کرو، نجاست بھری بدبودار لاشوں پر اپنی زندگی اور ایمان کو ضایع کرو۔ تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر اس تصور سے اس کے آنسو گر جائیں تو جانتے ہو کیا معاملہ ہوگا؟ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو نہیں جس کی خبر وہ حضور میرا حضور ہے

یعنی کبھی تو میں عبادت کرکے مزہ لیتا ہوں اور کبھی اپنے گناہوں کا اقرار کرکے ندامت کے آنسوؤں کا لطف لیتا ہوں، یعنی اللہ کے قرب و حضور میں میرا وہ مقام ہے کہ فرشتوں کو بھی اس کا پتا نہیں، طاعت کا سرور تو ان کو مل جاتا ہے، کیوں کہ فرشتے تسبیحات بہت پڑھتے ہیں، لیکن وہ ندامت کے آنسو بہانا نہیں جانتے، ان کے پاس نہ تو آنسو ہیں اور نہ ان سے گناہ ہوتے ہیں پھر ندامت کیسے ہوگی؟ فرشتے معصوم ہیں، وہاں تو ندامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ نعمت تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو دی ہے، میں کہتا ہوں اس کو لوٹ لو، مگر تنہائی میں، سب کے سامنے نہیں، سب کے سامنے شور مچا کر رونا مناسب نہیں ہے، اس سے آنسوؤں کی قیمت گر جاتی ہے۔

قیمتی آنسو کون سے ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری امت کے لوگو! تمہارے وہ آنسو جنہیں کوئی نہ دیکھے وہ بڑے قیمتی ہیں اور دیکھ لینے سے قیمت گر جاتی ہے۔ اب اس کا ثبوت

پیش کرتا ہوں کیوں کہ مولوی لوگ بلا دلیل کہاں مانتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

رَجُلٌ ذَکَرَ اللہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ [۱]

جو بندہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ پڑیں۔ رَجُلٌ موصوف ہے، ذَکَرَ اللہَ خَالِیًا یہ جملۂ فعلیہ رَجُلٌ کی صفت ہو رہا ہے، اور قاعدہ ہے کہ صفت موصوف کے لیے بمنزلۂ قید ہوتی ہے، ذَکَرَ اللہَ خَالِیًا ایک صفت ہوئی اور فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ دوسری صفت ہوئی تو موصوف کے لیے دو صفت کی قید ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ یہ رجل مقبول نہ ہوگا اگر اس کے آنسوؤں کو کسی نے دیکھ لیا۔ اگر کوئی گناہ گار تنہائی میں روتا ہے اور اس کے آنسوؤں کو کسی نے دیکھ لیا یا اللہ کو تو یاد کیا مگر رویا نہیں، آنسو نہیں نکلے، ان دونوں صورتوں میں اسے یہ مقام نہیں ملے گا، یہ مقام مشروط ہے دو صفات کے ساتھ کیوں کہ صفت قید ہوتی ہے موصوف کے لیے جس پر اس کا ثمرہ موعود ہو رہا ہو، جیسے رجل پر ثمرہ موعود ہو رہا ہے جو دو صفت سے مقید ہے، رَجُلٌ ذَکَرَ اللہَ خَالِیًا یعنی تنہائی میں اللہ کو یاد کرو جہاں کوئی نہ ہو۔

جب ہم ڈھاکہ گئے تو وہاں حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ نے دریا کے کنارے مدرسہ بنایا ہوا ہے، صبح فجر کے وقت سناٹے میں دریا کے کنارے سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوتی تھی جو سلطنت بلخ چھوڑ کر دریا کے کنارے اللہ کو یاد کرتے تھے۔ ڈھاکہ میں میں نے حافظ جی حضور سے عرض کیا کہ آپ کا مدرسہ دریا کے کنارے ہے، اس دریا کا نام بوڑھی گنگا ہے، کیوں کہ بہتے بہتے وہاں آکر اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے تو ان لوگوں نے سوچا کہ اس کا نام یہ ہی رکھ دو۔ آہ! اس تنہائی کی قدر اللہ کے عاشقوں سے پوچھو، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیر خدا محرم نبود

میری آہ کا سوائے آسمان کے اور کوئی سننے والا نہیں ہوتا یعنی کبھی کبھی میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں، تنہائی میں جہاں صرف آسمان اور زمین ہوتے ہیں، جنگل، دریا کا کنارہ یا کوئی حجرہ ہوتا ہے

[۱] صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، المکتبۃ المظہریۃ

مطلب یہ کہ وہاں کوئی اور نہیں ہوتا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کی یاد میں روتا ہوں تو اس وقت سوائے آسمان کے میرا کوئی ساتھی نہیں ہوتا، میری محبت کے راز کا سوائے اللہ کے اور کوئی جاننے والا نہیں ہوتا۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اور اپنی نالائقیوں کا اقرار کر کے کبھی اتنا روتا ہوں کہ میرے آنسو خون میں شامل ہونے سے رنگین ہو جاتے ہیں، ان آنسوؤں میں میرا خونِ جگر شامل ہوتا ہے۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا جلال الدین رومی مناجات اور دعا کا طریقہ سکھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ! دیکھ لے میری مناجات میں میرے جگر کا خون ہے۔

قیامت کے دن کی ہولناکیاں

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ اے خدا! اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی آگ کا تصور کر کے، قیامت کی پیشی کو یاد کر کے جو بہت ہولناک ہوگی، زبردست گاڑھا دن ہوگا جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے، جو چھوٹے بچے ہیں مارے غم و پریشانی کے ان کے بال سفید ہو جائیں گے۔ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا[۵] قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ حضرت تھانوی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ بچے دو وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے: نمبر ایک امتدادِ زمانہ یعنی وقت بہت لمبا محسوس ہوگا اور نمبر دو اشتدادِ زمانہ یعنی وہاں کی سختیاں۔[۶] سورج کی گرمی ہول اور پریشانیوں کی شدت۔ قیامت کے دن امتداد بھی

۵ المزمل:۱۷
۶ بیان القرآن:۵۲/۱۲، المزمل(۱۷)، مکتبۂ مجتبائی، دھلی

ہو گا اور اشتداد بھی ہو گا یعنی قیامت کا دن طویل بھی ہو گا اور شدید بھی ہو گا۔ اور وہاں کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو گا۔ یہاں تو کوئی کامرس میں، کوئی جغرافیہ تاریخ میں یا کسی اور مضمون میں رہ جاتا ہے تو اس کو حکومت مہلت دے دیتی ہے کہ اس پرچے کا بعد میں امتحان دے دو، لیکن قیامت کا امتحان ایسا فائنل ہے کہ اگر کسی مضمون میں فیل ہو گیا مثلاً روزہ میں، نماز میں، زکوٰۃ میں، حج میں، آنکھوں کے مضمون میں کہ آنکھیں کہاں استعمال کیں؟ کانوں کے مضمون میں کہ گانا کیوں سنا تھا؟ عرب مغنیات کے گانے بہت پسند آتے تھے، تم نے عربی پڑھنے کا یہ حق ادا کیا؟ شرح جامی اور کافیہ کے اصول اور قواعد پڑھ کر جب عربی سمجھ میں آنے لگی تو عربی مغنیات کے گانے سننے شروع کردیے۔ تو اس دن اگر کسی مضمون میں فیل ہو گئے تو بس خیریت نہیں، پھر دوبارہ موقع نہیں دیا جائے گا کہ تیاری کر کے امتحان پاس کر لو۔ اس لیے اپنی فکر کرو، دوسروں کی فکر چھوڑو کہ ملک میں کیا ہوتا ہے، فلاں صوبے میں کیا ہوتا ہے، اپنے صوبے کی فکر کرو۔ تمہیں جو صوبے دیے گئے ہیں ان پر اللہ کے احکام کس حد تک لاگو کیے، ہر بندے کو مختلف صوبوں کی حکومت دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو سر سے پیر تک ایک سلطنت دی ہے، اس میں کان کا صوبہ دیا گیا ہے تاکہ اس کی حفاظت کرو، آنکھوں کا صوبہ آپ کے اختیار میں ہے، کانوں کے صوبے کی فکر کرو، دل کے صوبے میں کیا بغاوت ہو رہی ہے اور زبان آپ کی ملک میں ہے اس کے ذریعے کیا بغاوت پھیل رہی ہے اس کی فکر کرو۔ آپ دوسرے ملک کی فکر کر رہے ہیں، اخبار پڑھ رہے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے لیکن اپنے ملک کی فکر نہیں ہے۔

جسم کی سلطنت پر احکامِ اسلامی کا نفاذ

حضرت مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے پوچھا گیا کہ حضور حکومتِ اسلامیہ قائم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمان اپنے جسم کی دو گز زمین پر تو حکومتِ اسلامیہ قائم نہیں کر سکا اور لیڈر بنا پھرتا ہے، اسٹیج پر دندناتا پھرتا ہے کہ میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں مگر چہرہ دیکھو تو شریعت اور سنت کے خلاف ہے۔ کان سے گانے بجانے سن رہا ہے، زبان سے غیبت ہو رہی ہے، آنکھوں سے بدنگاہی کرتا ہے اور ناچ گانے، سینما، ٹی وی اور فلمیں دیکھتا ہے۔

دو گز کے جسم کی زمین اللہ نے ہر ایک کو دی ہے، اس سلطنت کا ہر آدمی بادشاہ ہے، ہر آدمی اس کا وزیر اعظم ہے، ہر آدمی اس کا باس ہے۔ کیا آپ نے اپنی دو گز کی سلطنت میں اسلامی حکومت قائم کر دی؟ کیا آپ کی آنکھیں مسلمان ہو گئیں؟ آپ کے کان مسلمان بن گئے؟ ناک اور زبان اور ہاتھ پیروں پر آپ نے اسلامی قوانین نافذ کر دیے؟ اپنے گالوں اور بالوں پر شریعت کے مطابق احکام نافذ کر دیے؟ عجیب معاملہ ہے جو اپنی سلطنت پر اسلامی حکومت قائم نہیں کر سکتا وہ اسلامی لیڈر بنا ہوا ہے۔ واہ ہمارے بزرگوں نے کیا جواب دیا ہے!

صدیقِ اکبر جب اسلام لائے تو سب سے پہلے اپنے جسم پر اسلامی قانون نافذ کیا، حضرت علی جب اسلام لائے تو پہلے اپنے دو گز کے جسم پر اسلام نافذ کیا، ہر صحابی جو اسلام لاتا تھا وہ اپنی دو گز کی زمین پر پورا پورا اسلام نافذ کرتا تھا۔ اللہ اس کے صدقے و طفیل میں دوسرے ملکوں کو فتح کرواتا تھا۔ جس ملک میں خود بغاوت مچی ہو وہ دوسرے ملک کو کیا فتح کرے گا۔ صحابہ کو اسی لیے فتوحات ہوتی تھیں کہ وہ اپنی دو گز کی سلطنت پر اسلام کا جھنڈا لہراتے تھے، ان کی آنکھیں بدنگاہی سے محفوظ ہوتی تھیں، ان کے کان گانے بجانے اور ریڈیو سننے سے محفوظ ہوتے تھے، ان کی عورتیں بے پردگی سے محفوظ رہتی تھیں، ان کے تمام احکام سنت کے مطابق ہوتے تھے۔ اور اگر ذرا سا بھی فرق ہو جاتا، صرف دانتوں کی سلطنت پر اسلامی حکم نافذ کرنے میں ذرا سا خلل آ گیا تھا تو فتح رک گئی تھی، یعنی دانتوں پر مسواک کرنے کی سنت چھوٹ گئی تھی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے، سپہ سالار نے خط لکھا کہ حضرت فتح نہیں ہو رہی ہے، آپ نے فرمایا کہ ذرا غور کرو شاید کوئی سنت چھوٹ رہی ہے، معلوم ہوا کہ مسواک کی سنت چھوٹ رہی تھی۔ بس سب نے راتوں رات درختوں سے مسواک توڑی اور صبح مسواک کرنا شروع کر دی۔ کافروں نے یہ دیکھ کر ہتھیار رکھ دیے کہ یہ لوگ تو دانت تیز کر رہے ہیں، لگتا ہے ہم کو کچا چبا جائیں گے، آج یہ تلواروں کے بجائے دانت تیز کر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے بجائے گردن اڑانے کے کچا ہی کھا جائیں گے۔ بس اسی سے ان پر ہیبت طاری ہو گئی۔

آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملّا جو حجرے میں بیٹھا ہے، صوفیا جو خانقاہوں میں ہیں یہ اسلامی سلطنت قائم نہیں کر رہے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ پہلے اپنے جسم پر تو اسلامی

سلطنت قائم کرلیں۔ میرے دوستو! میں ایک بات بتلارہاہوں کہ جو اسلام کانام لے کر کرسی پر بیٹھ جائیں گے اور انہوں نے اپنے جسم پر اللہ والوں سے اسلامی سلطنت قائم کرنا نہیں سیکھا ہو گاتووہ اسلامی سلطنت کیسی ہو گی؟رات دن اخبارات میں ان کے اسلامی بیانات آتے رہیں گے مگر وہ لڑکیوں کے ناچ بھی دیکھیں گے اور لڑکیوں کی کرکٹ بھی دیکھیں گے، لڑکیوں کے گانے بھی سنیں گے اور فنِ موسیقی کو اسلام کے اندر داخل کریں گے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ بزرگوں کی باتیں سن لو، کانوں میں پڑی رہیں گی اور وقت پر کام آئیں گی، ان شاء اللہ!

قاری طیب صاحب نے کتنی بہترین بات فرمائی ہے کہ پہلے ہر شخص اپنی دو گز کی زمین پر اسلام نافذ کرے۔ جو اہلِ علم منبر پر اسلام کا نام لیں وہ پہلے سر سے پیر تک اپنے اوپر اسلام نافذ کریں اور اگر کسی وجہ سے مغلوب ہورہے ہیں تو کسی اللہ والے کی صحبت میں ایمان اور یقین اور ہمت حاصل کریں۔ پھر ان شاء اللہ! دیکھو منبر پر کیا مزہ آتا ہے۔

دل میں لگا کے ان کی لو کر دے جہاں میں نشر ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

پہلے اپنے دل میں اللہ کے عشق و محبت کی آگ لگاؤ، پھر دنیا میں روشنی پیدا کرو، پہلے اپنے دل کا چراغ جلاؤ پھر دوسروں کے دلوں میں چراغ جلاؤ۔ جس کا دل خود اندھیر ہو گا وہ دوسرے کے دلوں میں کیا چراغ جلائے گا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں ہم لوگوں کے لیے نصیحت کی ہے، لیڈروں اور منبروں پر بیٹھ کر اسلام نافذ کرنے کا نعرہ لگانے والوں کے لیے خواجہ صاحب نے یہ شعر کہا تھا۔

شانِ نبوت کا ایک عظیم الشان مقام

تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور ان کے کرم و سخاوت پر مجھے حاتم طائی کا قصہ یاد آیا تھا کہ ان کے بیٹے حضرت عدی ابنِ حاتم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ بہت سے لوگوں کو حاتم طائی کے بارے میں تو معلوم ہے لیکن یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کے بیٹے عدی ابنِ حاتم صحابی ہیں، آج ان کے ایمان لانے کا قصہ پیش کرتا ہوں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطباتِ مدراس میں اس واقعے کو نقل کیا ہے کہ حضرت عدی ابنِ حاتم یہ دیکھنے

گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا نبی؟ ان پر شان نبوت کی ہے یا سلطنت کی ہے؟ بادشاہت اور نبوت میں فرق دیکھنے گئے تھے۔ بعض وقت آدمی کے ہاتھ دولت اور خزانہ یوں آتا ہے کہ اسے پتا بھی نہیں چلتا۔ تو جیسے ہی یہ مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے ایک ستر برس کی بہت غریب بڑھیا، کپڑے میں پیوند لگے ہوئے، نہایت معمولی چادروں میں، گوشت کو سکھا کر کھانے والی، جس کی معاشرے میں کوئی وقعت اور عزت نہیں تھی لنگڑاتے ہوئے پہنچی۔ اس وقت اس مجمع میں رسولِ خدا مثل شمع اور آفتاب بیٹھے ہیں اور صحابہ مثل پروانے مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہیں اور قیصر وکسریٰ کے بڑے بڑے سفراء اور دوسرے ملکوں کے بڑے بڑے معزز لوگ بھی موجود ہیں۔ اس وقت وہ غریب بڑھیا کہتی ہے کہ اے خدا کے رسول! مجھے تھوڑا سا وقت چاہیے، آپ سے دین کا ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت مجلس سے اٹھتے ہیں جس میں بڑے بڑے سفراء اور وزیر موجود تھے جنہیں اس وقت کی دنیاوی عزتیں حاصل تھیں۔ اتنے بڑے مجمع سے نکل کر آپ مدینے کی ایک معمولی سی گلی میں جو موزیک کا فرش یا آج کل کی سیمنٹ والا روڈ نہیں تھا، اس ٹوٹی پھوٹی گلی میں زمین پر بیٹھ کر کے جو بات اس نے پوچھی آپ نے اس کا جواب دیا اور پھر آکر اعلان فرمایا کہ مدینہ کا غریب سے غریب غلام، غریب سے غریب لونڈی اور مسکین سے مسکین آدمی جس کو کوئی نہ پوچھتا ہو، دنیاوی لحاظ سے نہایت حقیر ہو لیکن وہ جس وقت چاہے، مدینے کی جس گلی میں چاہے مجھے روک کر مسئلہ پوچھ سکتا ہے۔ حضرت عدی ابنِ حاتم یہ دیکھ کر اسی وقت ایمان لے آئے کہ بے شک یہ مقام نبوت ہے، نبی کے اندر ہی ایسی تواضع اور ایسی خاکساری ہو سکتی ہے، اپنے کو ایسا مٹانا بادشاہوں کے بس کی بات نہیں، بادشاہوں میں تو بہت غرور اور پندار ہوتا ہے۔

مجاہدہ کی شرح

اب میں لفظ **مُجَاهَدَةٌ** کی شرح عرض کرتا ہوں۔ **مُجَاهَدَةٌ** باب **مُفَاعَلَةٌ** سے ہے جس کے معنیٰ ہیں نفس آپ سے لڑے گا اور آپ نفس سے لڑیں گے، یک طرفہ معاملہ نہیں ہوگا کہ آپ جو کہہ دیں نفس مان لے اور آپ کو کچھ نہ ستائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب مجھے ایسا نسخہ بتائیے، کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس کو پڑھ لوں تو گناہ کا خیال ہی نہ آئے اور میں

بالکل متقی بن جاؤں، آٹومیٹک طریقہ سے متقی بن جاؤں، قدرتی طور پر کوئی ایسی مشین چل جائے کہ جہاں نگاہ نیچی کرنی ہے وہاں خود بخود نیچی ہو جائے، خود کچھ نہ کرنا پڑے، بیٹھے بٹھائے ولی اللہ بن جائیں۔ تو دوستو معلوم ہونا چاہیے کہ چوں کہ مجاہدہ باب مفاعلہ سے ہے اس لیے اس میں دو فریق ہونا ضروری ہیں، دونوں طرف سے فعل کا صدور ہونا ضروری ہے۔ یک طرفہ وظیفہ پڑھ کر آپ جو یہ چاہتے ہیں کہ بلا فریق و بلا لڑائی مفت میں ولی اللہ ہو جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ باب مفاعلہ میں دو فریق ہونا ضروری ہے جیسے لفظ مقاتلہ بھی باب مفاعلہ سے ہے جس کے معنٰی ہیں باہم قتال کرنا، دونوں طرف سے مقاتلہ ہو، جب دونوں طرف سے فعل کا صدور ہو گا تب باب مفاعلہ کا استعمال ہو گا، مطلب یہ کہ جب آپ نگاہ بچائیں گے تو نفس آپ سے لڑے گا، کہے گا کہ میں آپ کی بات نہیں مانتا، میں ضرور اس حسین کو دیکھوں گا۔

ترکِ وجودی اور ترکِ عدمی کی مثالیں

جب نفس سے لڑائی شروع ہو جائے تو سمجھ لو کہ اب مجاہدہ ہے، کیوں کہ آپ سے نہ دیکھنے کا فعل صادر ہو رہا ہے اور نفس کہتا ہے کہ میں دیکھ کر رہوں گا، وہ دیکھنا چاہتا ہے اور آپ کہتے ہیں نہیں دیکھنے دوں گا۔ اصطلاح میں اس کا نام ترکِ وجودی ہے۔ یعنی آپ نے فعل پر عمل نہیں کیا، حسینوں کو نہیں دیکھا، اب نہ دیکھنے پر، کام نہ کرنے پر اللہ سے مزدوری لے لو۔ کوئی ایسا کریم مالک نہیں جو کام نہ کرا کے مزدوری دے۔ اللہ میاں کہتے ہیں کہ ان حسین شکلوں کو بُری نظر سے مت دیکھو، یہ کام مت کرو، بلا کام کیے اجر لے لو۔ اصطلاح میں اس کا نام ترکِ وجودی ہے، اسی لیے ترکِ عدمی پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جیسے آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں اس وقت نگاہ بچانے کا کوئی ثواب نہیں ملے گا کیوں کہ یہاں نگاہ بچانے کا موقع نہیں ہے، یہاں کوئی عورت نہیں ہے، اس کا نام ترکِ عدمی ہے، یعنی افعالِ گناہ معدوم ہیں، اس وقت ان کا وجود نہیں ہے مثلاً اس وقت آپ چوری نہیں کر رہے ہیں، جیب نہیں کاٹ رہے ہیں، بد نگاہی نہیں کر رہے ہیں، سینما نہیں دیکھ رہے ہیں، ٹی وی نہیں دیکھ رہے ہیں، لہٰذا گناہ نہ کرنے کا یہاں کوئی اجر نہیں ملے گا کیوں کہ یہاں ترکِ عدمی ہے یعنی گناہ کرنے کے مواقع موجود نہیں ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجر ترکِ وجودی پر ملتا ہے، ترکِ عدمی

پر نہیں۔ جب آپ سڑکوں پر جائیں گے اور وہاں گناہ کے مواقع آئیں گے، کوئی عورت راستے سے گزرے اور دل میں اس پر نگاہ ڈالنے کا تقاضا پیدا ہوا پھر آپ نگاہ بچائیں تو اب ترکِ وجودی ہوا کیوں کہ گناہ کرنے کا تقاضا موجود ہے لیکن آپ اس کو ترک کر رہے ہیں، اصطلاح میں اس کا نام ترکِ وجودی ہے، یعنی گناہ کا تقاضا موجود ہے مگر آپ اس موجود کو ترک کر رہے ہیں لہٰذا ترکِ وجودی پر اجر ملے گا۔

اور حضرت حکیم الامت ترکِ عدمی کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے کمرے میں قالین بچھا ہوا ہے اور قالین کہے کہ میں تو کسی کو نہیں دیکھتا تو کیا قالین کو اجر ملے گا؟ کیوں کہ اس کے پاس ترکِ عدمی ہے یعنی قالین کے اندر گناہوں کے تقاضے کا وجود نہیں ہے لہٰذا وہ گناہوں سے کیا بچے گا۔ تو گناہوں کے تقاضے سے گھبرانا نہیں چاہیے، جب دل میں گناہ کا خوب تقاضا پیدا ہو تو سمجھ لو کہ اب تقویٰ کی دولت لوٹنے کا زمانہ آگیا، تقویٰ کی دولت لوٹنے کا موسم بہار آگیا۔

مجاہدہ کی شکستگی کی تعمیر کے اجزا

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **مُجَاهَدَة** پر ہدایت کے انعام کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو **مُجَاهَدَة** کرے گا، **وَ الَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا**[۱] جو لوگ ہمارے راستے میں محنت کرتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں ہم اس کے لیے ہدایت کے راستے کھولتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا مجاہدہ دنیاوی لحاظ سے کتنا ہی کامل ہو مگر اللہ کے سامنے ناقص ہے کیوں کہ انسان بذاتِ خود ناقص ہے، انسان سے جو فعل صادر ہوگا وہ بھی ناقص ہوگا اور اللہ کامل ہے اس سے جو فعل صادر ہوگا وہ کامل ہوگا لہٰذا ہمیں ناقص مجاہدہ، ٹوٹی پھوٹی کوشش ہی شروع کر دینی چاہیے اور جب کبھی اس کوشش میں کمی ہو جائے، کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو ہمارے مجاہدہ کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کہاں ہوگی؟ مثلاً کبھی نگاہ گڑبڑ ہوگئی، کبھی کان سے غلطی صادر ہوگئی، اس کا نام ہے ٹوٹ پھوٹ۔ کیوں صاحب جب مالک مکان کرائے پر دیتا ہے تو کرائے دار سے کہتا ہے کہ ٹوٹ پھوٹ کی مرمت بھی تمہارے ذمے ہے۔

---

[۱] العنکبوت:۶۹

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنکھیں کرائے پر دی ہیں لہٰذا ان کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ لیکن اس ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کیسے ہوتی ہے؟ استغفار اور توبہ سے ہوتی ہے۔ مجاہدہ کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت استغفار اور توبہ سے کرو۔ اور استغفار اور توبہ کا میٹیریل کہاں سے لاؤ گے؟ یہ ٹوٹ پھوٹ سیمنٹ کمپنی سے درست نہیں ہوگی، اس کا میٹیریل سرکار کی طرف سے عطا ہوا ہے، اس کے لیے ایسا سرکاری مادہ دیا گیا ہے جس سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ توبہ قبول نہ ہو۔ اگر مجرم کو بادشاہِ وقت خود مضمون بنا کر بھیجے کہ اگر یہ معافی نامہ بھیج دے تو میں اسے معاف کر دوں گا تو اس کی معافی میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ کے سرکاری مضمونِ مغفرت میں بھی کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ہماری مغفرت کا مضمون نازل کر دیا ہے، ہم سے فرمایا کہ یوں مغفرت مانگو:

رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾ [۸]

اے ہمارے رب! ہم کو بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرما دیجیے۔

بخشش کے ساتھ رحمت بھی دیجیے یعنی رزق بڑھا دیجیے، توفیقِ طاعت دیجیے، میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت فرما دیجیے اور جنت میں داخلہ بھی دے دیجیے۔ اس میں یہ چار نعمتیں پوشیدہ ہیں۔

قرآن میں استغفار کے جتنے صیغے ہیں سب مضارع سے ہیں، اللہ نے جملۂ اسمیہ کہیں بیان نہیں فرمایا، اس لیے کہ مضارع میں تجددِ استمراری کی شان ہوتی ہے، مطلب یہ کہ ایک ہی دفعہ توبہ کر کے بے فکر نہ بیٹھ جانا، بار بار توبہ کرتے رہو، مضارع کے اندر تجددِ استمراری کی خاصیت ہے یعنی ایمان کی تجدید اور ٹوٹ پھوٹ کی بار بار مرمت کرتے رہو، کیوں کہ تمہارا تقویٰ بار بار ٹوٹتا رہے گا۔

یہاں ایک بات نکتہ کی اور بھی ہے کہ اللہ نے ہمارے تقویٰ کی ٹوٹ پھوٹ کی پیش گوئی کر دی ہے کہ ہم تمہیں جانتے ہیں کہ تم نالائق اور کمزور ہو، بار بار تمہارے تقویٰ کی ٹوٹ پھوٹ ہوگی جب ہی تو مرمت کا مصالحہ بھیج رہے ہیں۔ جیسے کوئی کریم مالک آپ کو مکان کرائے پر دے اور سیمنٹ کی بوری بھی بھیج دے کہ کبھی ٹوٹ پھوٹ ہو تو مکان بنالینا۔

---

۸ المؤمنون:۱۱۸

کعبہ شریف میں ایک بہت بڑے محدث ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے تو دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! آپ نے ہمیں اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[۹] فرمایا ہے کہ اے انسان تو بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ جب آپ نے ہمیں ظالم اور جاہل کا خطاب دیا ہے تو میں آپ کی بارگاہ میں ظلم اور جہل کی گٹھڑی لے کر آیا ہوں، جس خطاب سے آپ نے ہمیں پکارا ہے ہم اس کے سوا آپ کے پاس اور کیا لاتے؟ آپ نے ہمیں ظالم اور جاہل فرمایا، ہم ظلم اور جہل کی گٹھڑی لے کر آگئے ہیں۔

توبہ پچھلے تمام گناہ دھو دیتی ہے

وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ پڑھ کر اپنے مجاہدہ کے نقصانات کی تلافی کرتے رہیے۔ توبہ و استغفار کے لیے صرف اتنا ارادہ کرنا کافی ہے کہ اس وقت مجھے اپنے اللہ سے اس گناہ کو بخشوانا ہے۔ کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ و استغفار سے مکمل فائدہ ہوتا ہے، پچھلا گناہ ہرگز نہیں لوٹتا، توبہ قبول ہو جانے کے بعد پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب کپڑے دھو کر صاف ستھرا لباس پہن لیا تو کیا اس پر پچھلی گندگی لگی رہے گی؟ اب جب دوبارہ گندگی لگاؤ گے، گٹر میں گرو گے تو کپڑے دوبارہ صاف کرنے پڑیں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب چند دن کے بعد کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو دھونے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا شخص کتنا بڑا بے وقوف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ جب ہمیں معلوم ہے کہ مستقبل میں ہم سے کسی وقت پھر خطا ہو سکتی ہے تو ہم توبہ کرکے کیا کریں۔ تو یہ نادانی ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ جس طرح آپ لوگ میلے ہونے کے بعد کپڑے بدلتے ہیں تو خطا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہوئے کیوں شرماتے ہیں؟

قبولیتِ توبہ کی دو شرائط

جو شخص توبہ کرتے وقت دو کام کرلے اس کی توبہ قبول ہونے میں کوئی شک نہیں:

ایک تو یہ کہ دل میں ندامت کا احساس ہو اور اعترافِ قصور ہو، مسکراتے ہوئے توبہ نہ کرے،

[۹] الاحزاب:۷۲

اللہ سے مذاق نہ کرے، غمگین چہرہ بنالے، اپنے کو نالائق، بے غیرت، بے حیا کہے کہ میں آپ کا بندہ ہو کر آپ جیسے صاحبِ قدرت مالک کو ناراض کر رہا ہوں، میں کتنا بڑا بے وقوف ہوں۔

دوسرا یہ عزم کرے کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اب کبھی ایسی خطا نہیں کروں گا۔ بس اتنا ارادہ کافی ہے۔ توبہ کرتے وقت آپ کے دل میں آیندہ گناہ کرنے کا ارادہ نہ ہو، چاہے شیطان کان میں کہہ رہا ہو کہ کیا توبہ کرتے ہو جب معلوم ہے کہ آیندہ بھی تم سے گناہ ہوں گے، تو اس موذی مردود کو بکنے دو، اس کے بکنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بس آپ کا ارادہ کافی ہے، چاہے کان میں شیطان کتنا ہی وسوسہ ڈالے کہ تمہارا ارادہ بھی تماشا ہے، مذاق ہے۔ اس کے کہنے سے ارادہ مذاق نہیں ہوتا۔ آپ نے ارادہ کیا تو وہ آپ کا مراد ہوا، آپ مرید ہوئے اور وہ مراد ہوئی کیوں کہ ارادے کا فاعل مرید ہے اور آپ نے جس کا ارادہ کیا یعنی اللہ تعالیٰ کا تو اللہ آپ کے مراد بن گئے اور آپ ان کے مرید بن گئے پھر ان شاء اللہ! آپ کی مراد پوری ہوگی بس آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرلو۔

شکستِ توبہ سے پچھلی توبہ کالعدم نہیں ہوتی

اگر نفس کی کسی کمزوری کی وجہ سے بعد میں کسی وقت توبہ ٹوٹ گئی تو اللہ تعالیٰ سے فوراً دوبارہ معاملہ کرلو۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ
بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ

اے میری حاجتوں کو پورا کرنے والے ہم سے دوبارہ غلطی ہوگئی۔ جب دوبارہ غلطی ہوگئی تو دوبارہ معافی مانگ لو۔ بس ساری زندگی استغفار کرتے رہو، معافی مانگتے رہو اور کبھی یہ نہ سوچو کہ اللہ میاں ہم کو کیا کہیں گے، اللہ میاں کے یہاں ہماری کیا عزت ہوگی، اللہ میاں کیا کہیں گے کہ یہ بندہ بڑا بے غیرت، بڑا کمینہ اور بڑا بے شرم ہے کہ مجھ سے گڑگڑا گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے اور پھر بندر روڈ، ایمپریس مارکیٹ میں جا کر تماشا دیکھتا ہے۔ تو یاد رکھو یہ شیطان کا بڑا حربہ ہے، شیطان خدا کے حضور تمہاری نظروں میں تمہاری جاہ و عزت دکھانا چاہتا ہے۔ جس طرح مخلوق میں جاہ چاہنا حرام ہے اللہ کے دربار میں بھی جاہ طلب کرنا حرام ہے۔ ارے بھائی

ہم کیا ہیں؟ اپنے کو ذلیل کر کے پیش کرو کہ یااللہ! ہم پھر گندگی لگا کر آ گئے ہیں جیسے چھوٹا بچہ گندگی میں لتھڑ کر ماں کے پاس آ جاتا ہے اور ماں اس کو مل مل کر نہلا دھلا کر پھر سے صاف ستھرا کر دیتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دست من ایں جا رسید ایں را بشست
دستم اندر شستنِ جان است سست

اے خدا! میرا ہاتھ پھر گندگی میں لتھڑ گیا، نجاست میں لت پت ہو گیا، آپ پھر مجھے معاف کر دیجیے۔ اے خدا! میرا ہاتھ میری جان کو پاک کرنے میں سست تر ہے، آپ ہی مجھے توفیقِ توبہ دیجیے کہ میں توبہ کروں اور آپ اپنی رحمت سے مجھے پاک کر دیں۔ اور اگر شیطان کہے کہ تم بڑے بے حیا ہو، بار بار توبہ کرتے ہو اور بار بار توڑ دیتے ہو تو مولانا رومی سکھاتے ہیں کہ اللہ سے یہ کہو ؎

منگر اندر زِشتی و مکروہیم
کہ زِ پُر زہرے چو مارِ کوہیم

اے اللہ! آپ میری بُرائی پر نظر نہ کریں کہ میں کیا کر کے آیا ہوں، آپ اپنے کرم پر نظر فرمایئے، آپ اپنی عطا ہم کو دیجیے ہماری خطا مت دیکھیے۔ میری مکروہیت، میری نالائقی، میری زشتی اور بُرائی پر نظر نہ ڈالیے، اے اللہ! میں گناہوں کے زہر سے بھرا ہوا ہوں، مار کوہیم یعنی پہاڑی سانپ ہوں، میرا نفس پہاڑی سانپ ہے، پہاڑی سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے، جس کو کاٹ لیتا ہے وہ بچتا نہیں، مطلب یہ کہ میں بے حد نالائق ہوں۔ پھر کہتے ہیں ؎

در کمال زشتیم من منتہی
لطفِ تو در فضل و در فن منتہی

یااللہ! اگر میں بُرائی کے کمال درجے کو پہنچا ہوا ہوں تو آپ بھلائی کے کمال درجے پر ہیں۔ آپ میری بُرائی کے کمال کو اپنی بھلائی کے کمال سے مٹا دیجیے، آپ کا لطف و کرم انتہائی کمال درجہ رکھتا ہے، اگر میں کمال رکھتا ہوں بُرائی میں تو آپ بڑائی رکھتے ہیں اپنے فضل و کرم میں، میری انتہا محدود ہے لیکن آپ کی انتہا غیر محدود ہے۔ آپ ہم کو مایوس نہ کیجیے۔

اللہ کی رحمت غیر محدود ہے

اللہ کی رحمت کو کیا پوچھتے ہو میرے دوستو! کراچی کے سمندر میں سارے کراچی کے گٹر کا پانی گر رہا ہے، دوڈھائی کروڑ انسانوں کا پیشاب پاخانہ گٹر سے سمندر میں جاتا ہے اور سمندر میں گرتے ہی پاک ہو جاتا ہے کیوں کہ سمندر کی ایک موج آتی ہے اور ساری نجاست بہا کر لے جاتی ہے اور سمندر پاک کا پاک رہتا ہے، اب اس سمندر میں نہا کر کوئی امام امامت کرے تو اس کی نماز جائز ہو گی۔ سمندر اللہ کی ادنیٰ مخلوق ہے، جب اس میں نجاست کو پاک کرنے کی یہ صلاحیت ہے تو خدا جو خالقِ سمندر ہے اس کی رحمت کے سمندر کی کیا بات ہو گی، اور یہ سمندر محدود ہے جبکہ خدا کی رحمت کا سمندر غیر محدود ہے، ان کے لطف کا ایک جھونکا، ان کی رحمت کی ایک لہر ایسی ہے کہ گناہوں کا پتا بھی نہیں چلتا کہ کہاں گئے۔

تیرا ایک جھونکا نسیم لطف کا
دم کے دم میں کر دے سب کو ہوا

گناہوں کا پہاڑ ہو یا گناہوں کا سمندر، اللہ سے رونا سیکھ لو، استغفار کرنا سیکھ لو، ان شاء اللہ! اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تعلق جڑا رہے گا اور ایک دن اسی سے کام بن جائے گا۔

مداومتِ ذکر وسیلۂ وصل مذکور ہے

اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو اللہ کو بھی نہیں چھوڑو، جو چھوڑنے کی چیز تھی اس کو نہیں چھوڑتے تو نہ چھوڑنے والی ذات پر کیسے صبر آتا ہے؟ حضرت جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

اے کہ صبرت نیست از فرزند وزن
صبر چوں داری ز رب ذوالمنن

تم کو اپنی بیوی بچوں پر تو صبر نہیں آتا، بیوی ماں باپ کے یہاں چلی جائے تو رونے لگتے ہو، ان کی یاد میں ہر وقت پریشان رہتے ہو لیکن اللہ میاں پر کیسے صبر آجاتا ہے جو تمہارا مالک ہے جس نے تمہیں بیوی بچے دیے، جس نے تمہیں پیدا کیا، تعجب ہے کہ گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اللہ سے یہ کہتے رہو کہ یا اللہ! گناہ نہیں چھوٹتے مگر آپ کو بھی نہیں

چھوڑوں گا، ساری زندگی روتا رہوں گا، آپ سے معافی مانگ کر آپ کو راضی کرتا رہوں گا، آپ کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر یاد آیا فرماتے ہیں ؎

تیرا ذکر ہے میری زندگی تیرا بھولنا میری موت ہے

اللہ میاں! آپ کو یاد کر کے زندہ ہو جاتا ہوں اور جب آپ کو بھولتا ہوں تو مر جاتا ہوں۔ ارے مردہ اور زندہ ہوتے رہو، گناہ موت دے دے تو توبہ واستغفار سے نئی زندگی حاصل کر لو، ایک دن ان شاء اللہ زندہ ہی ہو جاؤ گے۔ کیوں کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس دن اللہ کے ذکر کا غلبہ ہو جائے گا اس دن احکامِ تغلیبی جاری ہو جائیں گے۔ جس دھات پر سونا غالب ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، اگر دوسری دھات غالب ہو تو جو غالب ہوتی ہے اس کا حکم جاری ہو جاتا ہے پھر اس پر زکوٰۃ نہیں رہتی۔ ایسے ہی جس دن تمہارے نفس پر اللہ کے خوف و خشیت، تقویٰ اور اللہ کا ذکر غالب ہو جائے گا اگرچہ مغلوب درجے میں گناہ کے تقاضے بھی رہیں گے اسی دن تغلیبی احکام جاری ہو جائیں گے اور آپ ولی اللہ ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ ذکر کے اس غلبے کی برکت سے تغلیبی احکام جاری کر دیں گے اور آپ کو ابرار، صلحاء اور اولیاء میں شامل کر لیں گے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر میں وہ کمال ہے کہ:

اِنَّ مُدَاوَمَةَ ذِكْرِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَيٰوةَ الَّتِیْ لَا فَنَاءَ لَهَا[1]

وہ اللہ جس کو کبھی موت نہیں آتی جو شخص ان کا ذکر کرتا ہے اس کو ایسی زندگی عطا ہوگی جس کو کبھی فنا نہیں۔

التجائے مسلسل کی کرامت

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو شخص ہمارے راستے میں مجاہدہ اختیار کرتا ہے ہم اس کی ہدایت کے لیے ایک راستہ نہیں کھولتے، بے شمار راستے کھولتے ہیں۔ جو لوگ ہمارے راستے میں ٹوٹی پھوٹی کوشش کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ایک دن ان شاء اللہ! ایسا آئے گا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا راستہ کھل جائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

[1] مرقاة المفاتيح: ۱۳۸/۵، باب ذكر الله عزوجل، دار الكتب العلمية، بيروت

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

جو شخص کسی دروازے کو بار بار کھٹکھٹاتا رہتا ہے، ایک دن اس دروازے سے ضرور کوئی سر نمودار ہوتا ہے۔ وہ کب تک بے رحم رہے گا، ایک دن کہے گا کہ ایک زمانہ ہوگیا ہے یہ ہمارا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، دیکھوں تو کیوں کھٹکھٹا رہا ہے؟ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

اللہ اللہ کیے جاؤ، ذکر اللہ کیے جاؤ، اہل اللہ کی صحبت میں آتے جاتے رہو، اللہ اللہ کر کے دروازہ کھٹکھٹاتے رہو، ایک دن اللہ کو رحم اور پیار آئے گا اور دل کے دروازے سے اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کا مشاہدہ ہوجائے گا، اللہ اللہ کا رٹا لگائے جاؤ، ایک دن ان کو رحم آئے گا اور ایک اللہ کہنا واصل باللہ کردے گا۔ ایک دن ایسا وقت آتا ہے جس کو حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ جس وقت وصول الی اللہ ہوتا ہے، جس دن وصول الی اللہ مقدر ہے اس دن اچانک وصول ہوتا ہے، پھر دیر نہیں لگتی، لہٰذا اہل اللہ کی صحبت میں ذکر اللہ کیے جاؤ، اللہ تعالیٰ ایک سیکنڈ کے اندر قلب میں نسبت عطا کردیتے ہیں، وصول جب بھی ہوتا ہے اچانک ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کا ذریعہ یہی ہے کہ اللہ کا نام رٹے جاؤ۔

غیر اللہ سے نجات ذکر اللہ میں ہے

جب تک اللہ کو یاد نہ کرو گے غیر اللہ سے خالی نہ ہوگے۔ بعض لوگ نادانی میں مبتلا ہیں کہ پہلے میں غیر اللہ سے خالی ہوجاؤں پھر اللہ کو یاد کروں گا۔ غیر اللہ کے ہوتے ہوئے اللہ کو یاد کرو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں تو رات کی ظلمتیں اور اندھیریاں خود بخود چھٹ جاتی ہیں۔ جب تم اللہ کا نام لوگے تو اللہ کا نام غیر اللہ کو بھگائے گا، جب گورنر کو توال آتا ہے تب چور بھاگتے ہیں، تمہارے دل میں گناہوں کے جتنے چور گھس رہے ہیں یہ ایسے نہیں جائیں گے، تھانے دار صاحب کو آنے دو، کمانڈر اِن چیف کو آنے دو، فوج کو آنے دو، اللہ کا نام فوج سے کم نہیں ہے، اللہ کے نام میں بڑی طاقت ہے، اللہ کی نام کی

برکت سے ان شاء اللہ! غیر اللہ خود بخود بھاگ جائیں گے۔

مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک مچھر ایک آدمی کا خون چوس رہا تھا، اچانک تیز ہوا آئی اور اس کا پیر اُکھاڑ کر لے گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تھا، پہلے زمانے میں نبی مقدمات کے فیصلے کرتے تھے، لہٰذا مچھر نے کہا کہ میرے مقدمے کا فیصلہ کریں، میں جب کسی انسان کا خون چوستا ہوں تو ظالم ہوا اتنی تیز آتی ہے کہ میرا پیر اکھاڑ دیتی ہے اور میں بھوکا رہ جاتا ہوں، مجھے میری غذا نہیں ملتی لہٰذا ہوا پر میرا مقدمہ دائر کریں۔

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مقدمے میں تم مدعی ہو اور مدعیٰ علیہ ہوا ہے، مقدمہ کا فیصلہ جب ہو گا جب دونوں فریق موجود ہوں، مقدمہ دائر کرنے والا بھی ہو اور جس پر مقدمہ ہو وہ بھی آجائے، تو میں ہوا کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بھی آجائے تاکہ دونوں کا بیان سن لوں، دونوں کا بیان سن کر پھر فیصلہ کروں گا۔ مچھر نے کہا کہ بہت اچھا بلایئے۔ جب ہوا آئی تو مچھر بھاگ گیا، جب مدعی صاحب بھاگ گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہنسی آگئی فرمایا کہ مدعی صاحب! دعویٰ دائر کرکے کہاں بھاگے جارہے ہیں؟ اس نے کہا یہی تو رونا ہے، جب ہوا آتی ہے تو مجھے ٹکنے نہیں دیتی۔

اس واقعے کو بیان کرکے مولانا جلال الدین رومی نصیحت کرتے ہیں کہ اے سالکین، اے اللہ کے عاشقین، اے خدا کو راضی کرنے والو، اللہ تک پہنچنے کا ارادہ کرنے والو، اللہ کے ولی بننے والو، نفس و شیطان کی غلامی کی ذلت سے نکلنے کا شوق رکھنے والو، اپنی زندگی شیطان و نفس کی غلامی سے ذلیل و خوار ہونے سے بچانے کی کوشش کرنے والو، دنیا اور آخرت تباہ کرنے والی زندگی سے بچنے والو اور اللہ کے ولی بن کر دنیا و آخرت کی لازوال سلطنت دل میں حاصل کرنے والو سن لو! جب اللہ کا ذکر کرنے کی برکت سے دل میں اللہ کا نور آئے گا تو دل کے سارے اندھیرے خود بخود بھاگ جائیں گے جیسے ہوا کے آنے سے مچھر بھاگتا ہے۔ مولانا رومی اس واقعے کو بیان کرکے فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پہلے دل سے غیر اللہ نکلے، پہلے مکان بنانا ہے، لڑکے کی شادی کرنا ہے، فلاں کام ہے، سب کام کرلوں پھر گناہ چھوڑ دوں گا، پھر اللہ والا بنوں گا، جب سارے گناہ چھوٹ جائیں گے پھر اللہ والوں کے پاس جاؤں گا، ابھی تو میں روزانہ سینما دیکھتا ہوں، ابھی تو روزانہ ٹی وی دیکھتا ہوں، ابھی تو میں روزانہ بدنگاہی کرتا ہوں، اگر میں ابھی اللہ والوں کے پاس جاؤں گا تو مجھے کیا فائدہ ہو گا؟

نجاست سے نجات کا طریقہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دریا کے کنارے نجاست کی حالت میں کھڑا ہو اور یہ کہے کہ اے دریا! میں تیرے اندر نہیں آؤں گا، میں تو نجاست میں مبتلا ہوں، تو دریا ہنسے گا اور کہے گا کہ اگر تو قیامت تک باہر کھڑا رہے گا تو ایسے ہی ناپاک رہے گا، میرے اندر کود ے بغیر تو پاک نہ ہو گا۔ اب اگر وہ کہے کہ میں تیرے اندر کیسے آؤں؟ مجھے شرم آتی ہے، کہیں تو بھی ناپاک نہ ہو جائے تو دریا کہے گا کہ یہ تیری جہالت ہے، میرے اندر رات دن لاکھوں لوگ کودتے رہتے ہیں اور پاک ہوتے رہتے ہیں، میرا پانی جاری ہے، میں پاک ہی رہتا ہوں لہٰذا تم میرے اندر آجاؤ اور پاک ہو جاؤ گے۔ تو اللہ والوں کے پاس جاؤ خود بخود پاک ہونا شروع ہو جاؤ گے ان شاء اللہ۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر گناہوں کے اندھیروں کے پہاڑ بھی ہوں تب بھی اہل اللہ کے پاس آتے جاتے رہو، وہ اندھیروں کے پہاڑ اڑادیتے ہیں، ان کی آہوں میں وہ اثر ہے، ان کی نسبت مع اللہ میں اللہ نے وہ طاقت رکھی ہے کہ گناہوں کے اندھیروں کے پہاڑ بھی اُڑ جاتے ہیں۔ تو دیکھیے حضرت جلال الدین رومی نے فرمایا کہ جب ہوا آئی تو مچھر ٹھہر نہیں سکا، اسی طرح فرمایا۔

می گریزد ضدہا از ضدہا
شب گریزد چوں برافروزد ضیا

ہر ضد اپنی ضد سے بھاگتی ہے، اگر تم گناہوں کے اندھیرے بھگانا چاہتے ہو تو گناہوں کے اندھیرے گناہوں سے نہیں چھٹیں گے، پاخانہ کو پیشاب سے پاک نہیں کرسکتے، آگ کو آگ سے نہیں بجھاسکتے، گناہوں کو گناہ کرکے تسلی نہیں دے سکتے، گناہ سے سکون کب ملے گا؟ نجات کب ملے گی؟ جب تک گناہ نہیں چھوڑو گے۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ رات جب بھاگے گی جب سورج نکلے گا، لہٰذا اللہ کے نور کا سورج دل میں طلوع کرو۔ جب اللہ کے نام کا سورج دل میں آئے گا گناہ کے اندھیرے خود بخود چھٹتے چلے جائیں گے۔ اسی لیے جو لوگ یہ تمنا لیے بیٹھے ہیں کہ گناہوں سے دل بہلا لوں، واللہ اختر قسم کھا کر کہتا ہے، اگر آپ میری قسم پر اعتبار کرتے ہیں تو میں واللہ کہتا ہوں کہ گناہوں سے دل کبھی نہیں بہلے گا، جیسے جیسے گناہوں کی عادت خراب ہوتی جائے گی دل کا سکون چھنتا جائے گا۔

گناہوں کے نقصانات اور علاج

میرے پاس ایسے خطوط آرہے ہیں کہ بتا نہیں سکتا، آپ کو خبر نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ مجھے اپنے حالات لکھتے ہیں، آج کل کافی معمر لوگ ان ہی گناہ میں مبتلا ہیں، ان کی سکون کی زندگی چھن گئی۔ میرے پاس بعض دوستوں کے ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اب خودکشی کرنے والا ہوں، بدنگاہی کرتے کرتے میری آنکھیں خراب ہو چکی ہیں، ان حسینوں نے مجھے اتنا ستا رکھا ہے کہ اب میری زندگی بالکل موت ہے اور جب میں مر جاؤں اور میری موت کی اطلاع آپ کو ملے تو میرے لیے دعا کر دینا کہ خدا اس نالائق کو بخش دے۔ گناہوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ جب کسی دیوار میں سوراخ ہو تو اسی وقت بند کر دو تو پانی رک جائے گا ورنہ جتنا پانی بہتا جائے گا سوراخ بڑا ہوتا جائے گا۔

اسی طرح تقویٰ کی دیوار میں جب گناہوں کا سیلاب آئے تو اسے فوراً بند کر دیں، جلدی سے اللہ والوں کے پاس جاکر علاج پوچھ لیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کی کتاب "التکشف" کے اندر اس کا علاج موجود ہے اور اس کا حوالہ بھی میرے پاس ہے، کتنے لوگ اس علاج سے اچھے ہوگئے۔ لیکن مریض دوا ہی نہ پیے تو پھر اس کو کیا حق ہے کہ حکیم کی شکایت کرے۔ لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ گناہوں کی اسی حالت میں اللہ والوں کی صحبت میں آجائیں ان شاء اللہ! توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے گی اور توبہ قبول بھی ہو جائے گی۔

میرے پاس پریشانی کے ایسے ایسے خطوط آتے ہیں کہ میں یہ ہی کہتا ہوں کہ پورے عالم کے اندر اللہ کا کوئی نافرمان چین سے نہیں ہے، اگر کوئی چین کا دعویٰ کرتا ہے تو جھوٹا ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی بدنگاہی کر کے، سینما دیکھ کر، ٹی وی دیکھ کر، عورتوں کے عشق میں، لڑکوں کے عشق میں، شراب پی کر، چرس کا نشہ کر کے، رشوت، چوری اور ڈاکے مار کر چین کی زندگی گزار سکتا ہے تو جو اس پر یقین کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اگر کوئی اللہ کی نافرمانی میں مبتلا کسی شخص کے لیے یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ یہ شخص چین اور عیش سے رہے گا تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا[۱]

---

[۱] طٰهٰ:۱۲۴

جو میری نافرمانی میں مبتلا ہو گا میں اس کی زندگی تلخ، کڑوی اور پریشان کر دیتا ہوں اگر کوئی کہتا ہے کہ صاحب مجھے تو گناہوں میں بالکل پریشانی محسوس نہیں ہوتی تو احساس نہ ہونا اور چیز ہے، پاخانے کے کنستر دھونے والا بھنگی بھی یہی کہتا ہے کہ مجھے تو گُو کی بدبو بالکل نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ تھوڑی ہیں کہ گُو بدبودار نہیں ہے، یہ کہا جائے گا کہ تیری ناک خراب ہے، گُو کی بدبو کا فیصلہ بحال رہے گا اور اس کی ناک کی سلامتی کا فیصلہ ختم کر دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ اب تیری ناک سلیم الطبع اور سلیم الفطرت نہیں رہی، خبیث الطبع ہو چکی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر میں جا کر سب کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ یعنی یہاں تو غفلت کی نیند چھائی ہوئی ہے اور وہاں آنکھیں کھل جائیں گی، جب گرد و غبار ہٹے گا تب معلوم ہو گا کہ ہم گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔ قیامت کے دن ان شاء اللہ! سب معلوم ہو جائے گا۔ اوّل تو مجھے آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جسے گناہ کرنے سے سکون ملا ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آج تک ایسا کوئی نافرمان نہیں ملا جس نے مجھ سے یہ نہ ظاہر کیا ہو کہ میری راتوں کی نیند حرام ہے، ایک پل سکون نہیں ہے۔ جو جتنا نافرمان ہے اتنا ہی پریشان ہے، سکون میں نہیں ہے۔ دیکھیے ایک شخص نوے فی صد تو عبادت کرتا ہے، نماز روزہ کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے اشراق و تہجد پڑھتا ہے، اللہ والوں کی صحبتوں میں جاتا ہے، دینی مجالس میں جاتا ہے صرف دس فی صد گناہ کرتا ہے تو اس کو دس فی صد پریشانی رہے گی، نوے فی صد جو نیکی کر رہا ہے تو نیکی رائیگاں تھوڑی جائے گی لیکن مکمل چین اگر لینا ہے تو یہ دس فی صد کی نافرمانی بھی خطرناک ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہشتی زیور کے شروع میں عقائد کے بیان میں لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہیں تو چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر گرفت کر لیں اور دوزخ میں بھیج دیں اور چاہیں تو بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دیں۔ جب مسلمان کا عقیدہ یہ ہے تو اس میں بڑے سے بڑے گناہ گار کے لیے اُمیدِ رحمت ہے اور چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے لیے تکلیف اور ہیبت بھی ہے کہ چھوٹا گناہ کر کے بھی مطمئن نہ ہوں، ہو سکتا ہے اسی چھوٹے پر پکڑ ہو جائے، ہو سکتا ہے جو لوگ بڑے بڑے گناہ کر رہے ہیں وہ جلدی سے توبہ کر لیں، اور چھوٹے چھوٹے گناہ والے ڈر جائیں کہ شاید اسی پر پکڑ ہو جائے۔

بس اب دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عقل سلیم عطا فرمائے۔ یا اللہ! ہم نے

آپ کی دی ہوئی توفیق سے اپنے اکابر کی جو باتیں سنائی ہیں، آپ کے راستے کی باتیں بیان کی ہیں، اللہ کا راستہ چلنے کی طاقت یعنی ذکر اللہ اور اہل اللہ کی صحبت کی دو طاقتوں کا ذکر کیا ہے، اور اللہ کے راستے کے کانٹے اور پرہیز کی باتیں کی ہیں جن سے سالکین میں راستہ چلنے کی طاقت کمزور ہوجاتی ہے یعنی گناہوں کی عادت کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس سے بچیں، تو یااللہ! ان بیانات اور علوم کا درجہ تو آپ کی رحمت سے، آپ کی توفیق سے بیان ہوگیا مگر اس پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت بھی آپ کے خزانے سے مانگتے ہیں، اختر بھی اس کا سو فی صد محتاج ہے، بلکہ تمام سامعین کرام کے لیے بھی میں یہ بات عرض کرتا ہوں کہ ہم سب محتاج ہیں۔ اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو، سنانے والے کو بھی اور سننے والے حضرات سامعین کرام کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمادے یعنی ذکر اللہ پر دوام کی توفیق اور اہل اللہ کی صحبت میں بار بار حاضری کی توفیق دے دے اور جو باتیں آپ کو ناراض اور آپ کو غضب ناک کردینے والی ہیں اور آپ کے قہر کو خریدنے والی ہیں یعنی آپ کی نافرمانیاں، اللہ اختر کو، میرے سب احباب کرام اور سامعین کرام کو اپنی ہر نافرمانی سے اور ہر گناہ سے پیشاب پاخانہ سے بھی زیادہ نفرت عطا کردے۔

یااللہ! اپنی رحمت سے ہمیں سو فی صد اپنی مخلوق کا خیر خواہ بنادے۔ ہم اپنی ذات سے بھی خیر خواہی کریں اور آپ کی مخلوق کے ساتھ بھی دل میں پاکیزہ خیالات رکھیں، کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اور کسی مسلمان ماں بہن کے ساتھ دل میں قصداً بُرے خیالات نہ لائیں۔

دین مکمل خیر خواہی کا نام ہے، اے اللہ! اس حدیث پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمادیں، ہمارے ظاہر و باطن کو اس حدیث کے سانچے میں ڈھال دیں کہ ہم سارے عالم کے لیے دعا گو ہوں اور سارے عالم کی مخلوقات کے لیے خیر خواہ ہوں۔ یااللہ! جو ایمان والے ہیں ان کے لیے ہم تقویٰ کی بھیک مانگتے ہیں اور جو تقویٰ والے ہیں ان کی تقویٰ پر استقامت اور حسنِ خاتمہ کی بھیک مانگتے ہیں۔ یااللہ! جو لوگ اہلِ کفر ہیں ان کے ایمان کے لیے بھی آپ سے درخواست کرتے ہیں اور سارے عالم پر آپ کی رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

راہِ ہدایت پر کاربند رہنا اور گمراہی کے راستوں سے زندگی کو بچاتے ہوئے گزرنا تخلیقِ انسانیت کا سب سے اہم مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ یوں تو نہایت اسہل اور اللہ ہے لیکن کبھی کبھی وہ اپنی راہ میں مجاہدہ بھی کرواتے ہیں مگر اس مجاہدے پر انعامات بھی بیش بہا عطا فرماتے ہیں یعنی بندے پر ہدایت کے ایک نہیں، دو نہیں بے شمار راستے کھول دیتے ہیں۔ مجاہدہ کسی مصیبت و پریشانی کو برداشت کرنے کا نام بھی ہے اور گناہ سے بچنے پر جو تکلیف ہوتی ہے اس پر صبر کرنے کا نام بھی۔ اہل اللہ کی صحبت اور ذکر اللہ پر مداومت مجاہدے کی شدت کو کم کرنے کے مفید و موثر ذرائع ہیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''حصولِ ہدایت کے طریقے'' میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات کی اہمیت اور اس پر ملنے والے انعامات کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو سالکین کے لیے مشعلِ راہِ ہدایت ہے۔

www.khanqah.org

ناشر
کتب خانہ مظہری